مثنوی ہیژدہم در ہجو چیپک میرزا فیضو

آہ واویلا ز دستِ روزگار — قوش خانوں پر یہ غم ہے روبکار
سر سے ہر اک باز نے پٹکی کلاہ — رخت ہر شاہین نے پہنا سیاہ
ہوگئے جرّوں کے دل غم سے دونیم — بادشہ و شاہین و شکرے بھی یتیم
کیا ترہتی کیا کہی کیا بیرا — یک بہ یک اُن سے زمانہ یوں پھرا
صید اگر چاہیں کریں بڈری کے تئیں — پنجوں میں اتنی بھی گیرائی نہیں
دیکھ کر دیتے ہیں اب ٹڈوں کے خیل — تیترے کے ساتھ اب کانٹے ہیں ویل
پشہ کے آگے ترہتی ہے ضعیف — بھنگی کی نظروں میں دھوبی ہے خفیف
آہ کچھ مت پوچھو اب اس کا سبب — کیا کہوں یارو میں تم سے غضب
میرزا فیضو کے چیپک مر گئے — قوشخانے جگ کے ویراں کر گئے
کس قدر ہے آسماں بے امتیاز — آہ کیا مارا ہے اُن نے شاہباز
وضع دوراں سخت نا انصاف ہے — دیکھیو یارو یہ کیا انصاف ہے
میرزا غمگیں ہوں چڑیاں شاد ہوں — گھونسلے جھیوں کے یوں آباد ہوں
دیکھو تو سارو کو کیا خرسند ہے — ڈھڈو کو اس سے خوشی دو چند ہے
ہائے کیا تیتر کے گھر شادی ہے آج — پینک دغوغائی کے گھر آیا ہے راج
کبک کیا مارتی ہے قہقہے — کیسے ڈھبر کر رہے ہیں چہچہے
حیف طعمہ ڈال کر وہ یوں مرے — اور ہر ایک جانور خوشیاں کرے
کانپتی تھی خوف سے اُس کے بٹیر — جیسے سنزک پر کیا تھا اس کو سیر
ڈر سے بگلے نیند بھر سوتے نہ تھے — کوئی غافل موت سے ہوتے نہ تھے
کیا کبوتر کیا ٹٹیری کیا بزے — قمری اور تیتر لوے اور ابلقے

بگلے اُس کے خوف سے کرتے نہ تھے | سر کو پنکھوں تلے دھرتے نہ تھے
قاز تک چگتے نہ تھے جنگل کے کھیت | قرقرے چگتے کبھو لیکن سو چیت
دغدغے کا کیا کلنکوں کے ہے ذکر | زندگی کا اپنی تھا سارس کو فکر
جانور آبی کا جب پڑتے خیال | کھینچ ڈالی تھی حواصل کی بھی کھال
ایک دن مرزا گئے کرنے کو سیر | ہوگئی اس میں ٹک اک طعمہ کو دیر
بھوک سے جھنجھلا کے وہ غصہ میں آ | لے چلے مرزا ہی کو نیچے لگا
اب پڑی ہے کوڑی اس پر لنڈ مُنڈ | گرد چگتے پھرتے ہیں چڑیوں کے جھُنڈ
ہائے وہ مرزا کہ جس کا سن کے نام | آب ہو سیمرغ کا زہرہ تمام
سو کیا اس کو فلک نے یوں ذلیل | مرتے ہی چیک کے بگڑا ہے یہ نیل
کوّوں کی ٹھونگیں ہیں اور مرزا کا سر | سارو اڑ جاتی ہے مُنھ پر یاد کر
اُس کو مرزا گھر سے لے جاتے جدھر | لونڈی سے کہہ جاتے چولھے ہانڈی دھر
گھر کی بی بی سے یہ کر جاتے قرار | کون بھڑوا کھاوے کچھ غیر از شکار
اب دو پیاری قوشچی کھلتے ہیں سب | میرزا بولی کو ترے ہے غضب
تھے چڑیماروں پہ مرزا جی کے کر | نصف اُن کے جتنے پکڑیں جانور
ہائے جس دن سے وہ یارو مر گئے | سب چڑیماروں کے سر سے کر گئے
بلکہ وہ کہتے ہیں خاص و عام میں | میرزا آئے ہمارے دام میں
لیں گے پیسے سابق اور اب حال کے | ورنہ پھنسوا دیں گے جا کتوال کے
جب نکلتے گھر سے وہ بازار کو | تیز کرتے واں چھری کی دھار کو
دیکھ کر ان کے تئیں بنئے تمام | بند کر آنکھوں کو کہتے رام رام
اُن سے یہ کہتے اگر منظور دھرم | ہے تمھیں اور دھرم کی اپنے ہے شرم
تو چھڑا دیں پھنکیوں کے جانور | جتنے ہوں پیسے انھوں کے جمع کر

بھیج دو جلدی نہ ہو ایسا کہیں
کھولوں میں پتوار سے چپک کے تئیں

اس سخن کو جس گھڑی سنتے تھے وہ
وہیں کہتے تھے کہ جو چاہو سو لو

یہ تو بنیے کیا ہیں کئی اک روز میں
راجپوتانہ سے آئیں رشوتیں

جیسے مرنا ہو گیا اس کا یقیں
ایک خر مہرہ کوئی دیتا نہیں

ہائے ایسا غم نہیں اب تک ہوا
میرزا جی کا ولی نعمت موا

گھر ہوا مرزا کا سب ماتم سرا
پُرسے کو آئے ہیں یار و آشنا

کر گریباں چاک یاروں کے حضور
یوں بیاں کرتے تھے اپنا مُنھ بسور

ہائے تھے چپک جو وہ تو آپ سے
اپنے تو یار و وہ مائی باپ تھے

کھولے تھا میں اُس کو جب پتوار سے
ہاتھ پر آتے تھے وہ اِس ناز سے

برگ گل جس طرح جھڑ کر باؤ سے
پنکھ پر بلبل کے آوے چاؤ سے

پھینکتا جب صید پر میں اُس کو جا
اس طرح جا لاگتے کافر ادا

جس طرح معشوق بعضے کی نگاہ
خون عاشق کا کرے ہے بے گناہ

پودنے نے یاں کے بنگالہ میں جا
ایک مینا سے کہا یہ ماجرا

پودنے سُنتے ہی اس بات کے
اُڑ گئے مینا کے طوطے ہاتھ سے

مجکو بچپن سے رہا شوقِ شکار
پالا پر میں گد سے لے تا چوہے مار

خوب سا میں نے کیا ہے ان کا دید
ریش پنجانوں میں ان کے کی سفید

پر نہیں دیکھا میں ایسا جانور
ہووے چپک اور اُڑے وہ تاز پر

تھے غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر
گر پرند اُس سے بچا سو ہے وہ تیر

کیا کہوں چپک تھے یا باشین تھے
باز کے بچے تھے یا شاہین تھے

سنتے ہیں یہ درد جس دم آشنا
اُن سے کہتے ہیں کہ سچ اے میرزا

واقعی یہ غم تو ہے گا ناگوار
پُر خداوندی سے ہے کیا اختیار

غم میں اس کے میرزا ہرگز نہ رو — مت کہیں رو رو کے آنکھوں کو نہ کھو

گو پھنسا تھا دام میں آکر ہما — اوج پر تیرے نصیبوں میں نہ تھا

غم کو اپنے دل سے اب موقوف کر — کر دیا سودا نے قصہ مختصر